خدام الاحمدیہ مقامی کی ریلی سے خطاب

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

خدام الاحمدیہ مقامی کی ریلی سے خطاب

(تقریر فرمودہ ۲۱ جون ۱۹۴۲ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میری غرض اس جلسہ میں شامل ہونے سے یہ تھی کہ میں دیکھوں خدام الاحمدیہ کو کس طرح تنظیم کا کام سکھایا گیا ہے مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تنظیم کے کام کی طرف سے عہدہ داران خدام الاحمدیہ کو کُلّی طور پر غفلت ہے۔ حالانکہ کوئی خدمت صحیح طور پر نہیں ہوسکتی اور کامیاب طور پر نہیں ہوسکتی جب تک لوگ تنظیم کے ماتحت کام کرنے کے عادی نہ ہوں۔ خدام الاحمدیہ کی غرض یہ ہے کہ علمی طور پر بھی جماعت کے تمام افراد کو سلسلہ اور اسلام کے مسائل سے واقف کریں اور عملی طور پر بھی جماعت کے ہر فرد کے اندر یہ احساس پیدا کریں کہ وہ ضرورت کے موقع پر بِلا دریغ اور بِلا وقفہ خدمت کیلئے حاضر ہو جائے۔

تنظیم کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ایک وقت کے اندر کئی آدمیوں سے اس رنگ میں کام لیا جائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اور اچھے سے اچھا کام کرسکیں ورنہ ہوسکتا ہے کہ عدمِ تنظیم کی وجہ سے طاقت بٹ جائے اور بجائے فائدہ کے نقصان پہنچ جائے مثلاً فرض کرو کہ کسی گاؤں میں اچانک دو تین جگہ آگ لگ جاتی ہے اب اگر تنظیم نہ ہو تو بالکل ممکن ہے جہاں تھوڑی آگ ہو وہاں تو سَو آدمی پہنچ جائیں اور جہاں زیادہ آگ ہو وہاں دو چار آدمی ہی پہنچیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تھوڑی آگ جسے گھر والے بھی بُجھا سکتے تھے وہاں زیادہ آدمی پہنچ جائیں گے اور جہاں زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہوگی وہاں کم آدمی پہنچیں گے اور آگ کو بُجھا نہیں سکیں گے اس لئے آگ اِرد گِرد پھیل کر کئی گھروں بلکہ ممکن ہے کہ سارے محلّہ یا سارے گاؤں کو ہی بھسم کر ڈالے۔ تو تنظیم

کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جتنی طاقت استعمال کرنے کی ضرورت ہو اُتنی طاقت استعمال کی جائے یعنی نہ تو ضرورت سے زیادہ طاقت خرچ کی جائے اور نہ ضرورت سے کم۔ دوسری غرض تنظیم کی یہ ہوتی ہے کہ بعض دفعہ امداد کی فوری ضرورت ہوتی ہے اور اس قسم کے موقع پر بغیر تنظیم کے آدمی جمع کرنے مشکل ہوتے ہیں جب کسی کو یہ علم ہی نہ ہو کہ میں کِس کے پاس جاؤں اور کسے بلاؤں اور پھر اُسے یہ بھی خیال ہو کہ میں اگر کسی کو کہوں تو نہ معلوم وہ میری بات مانے یا نہ مانے تو وہ کیسے لوگوں کو جمع کر سکتا ہے، لیکن خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے ماتحت ایک گروپ لیڈر فوراً اپنے گروپ کے دس آدمیوں کو بُلا سکے گا اور اُسے یقین ہوگا کہ وہ میری آواز پر اپنے تمام کام چھوڑ کر چلے آئیں گے۔ اور جس جگہ جانے کے لئے انہیں کہا جائے گا وہاں پہنچ جائیں گے۔ اِسی طرح اگر کسی کام کے لئے پچاس آدمیوں کی ضرورت ہوگی تو بجائے اس کے کہ پچاس آدمیوں کے پاس ایک شخص پہنچے صرف پانچ آدمیوں کو جو گروپ لیڈر ہوں گے کہہ دیا جائے گا کہ وہ اپنے اپنے گروپ لے کر فلاں مقام پر پہنچ جائیں اِس طرح جس کام کے لئے ان کی مدد کی ضرورت ہوگی وہ فوری طور پر سرانجام دیا جا سکے گا مگر یہ فائدہ ہم تبھی حاصل کر سکتے ہیں جب اِس طرز پر کام کرنے کی لوگوں کو عادت ڈالی جائے مگر آج مجھے نہایت ہی افسوس کے ساتھ معلوم ہؤا ہے کہ گروپوں کی تنظیم تک مکمل نہیں ہے اور گروپ کے ممبر بجائے ایک جگہ اکٹھے بیٹھنے کے ادھر اُدھر پھیل کر بیٹھے ہوئے تھے یہ بات تنظیم کے بالکل خلاف ہے اور اگر دشمن کسی مقام پر اچانک حملہ کر دے تو ایسی تنظیم کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ فرض کرو کہیں رات کو حملہ ہو جاتا ہے یا کسی جگہ آگ لگ جاتی ہے اور گروپ لیڈر کو کہا جاتا ہے کہ اپنے گروپ کو وہاں لے جاؤ تو اگر تنظیم درست ہو تو وہ فوراً انہیں ساتھ لے کر وہاں پہنچ جائے گا لیکن اگر وہ منظّم نہ ہو بلکہ کوئی کہیں اور کوئی کہیں تو وہ اِسی تلاش میں رہے گا کہ میرا فلاں ممبر کہاں ہے اور فلاں کہاں؟ اور جتنی دیر میں وہ اپنے گروپ کو اکٹھا کریگا اتنی دیر میں ممکن ہے آگ اپنا کام کر جائے یا دشمن اپنے حملہ میں کامیاب ہو جائے۔ میں نے اِسی نقص کو دیکھ کر کہ لوگ متفرق طور پر بیٹھے ہوئے ہیں اپنے اپنے گروپ میں نہیں، تین منٹ کا وقت دیا تھا کہ اِس عرصہ میں وہ اپنے گروپوں میں چلے جائیں حالانکہ یہ بہت زیادہ وقت تھا دراصل ایک منٹ کے اندر اندر ہر شخص کو اپنے گروپ میں چلے جانا چاہئے تھا مگر باوجود اِس کے کہ میں نے تین منٹ کا وقت دیا پھر بھی بعض لوگ اپنے گروپ میں نہیں گئے حالانکہ موجودہ زمانہ کے سامانوں کے لحاظ سے تین منٹ کے اندر اندر قادیان جیسا قصبہ آدھا یا پورا جلایا جا سکتا ہے۔ پس

اگر ایسی ہی تنظیم ہو تو جتنی دیر گروپ لیڈر اپنے گروپ کو اکٹھا کرتے رہے ہیں اتنی دیر میں سارا گاؤں جل کر راکھ ہو سکتا ہے اور جتنی دیر میں آج گروپ اکٹھے ہوئے ہیں اِتنی دیر میں ہوشیار دشمن سارے آدمیوں کو قتل کر سکتا ہے۔ مثلاً لڑائی کا وقت ہو، دشمن حملہ کے لئے سر پر آ پہنچا ہو تو جتنی دیر میں آج وہ اکٹھے ہوئے ہیں اتنی دیر میں ہوشیار دشمن ساروں کو تہہِ تیغ کر سکتا ہے پس ایسی تنظیم کا کیا فائدہ یہ تو محض وقت کو ضائع کرنے والی بات ہے آئندہ جب بھی کوئی جلسہ یا اجتماع ہو لازماً یہ بات ہونی چاہئے کہ ہر ممبر اپنے اپنے گروپ میں بیٹھے اور گروپ لیڈر جو بات کہے اُس کی اطاعت کی جائے۔ پھر جو لوگ ڈیوٹیوں پر مقرر ہیں اُن کے متعلق بھی یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ کسی تنظیم کے ماتحت ڈیوٹیوں پر مقرر نہیں کیے گئے اور یہ غلطی زعماء سے ہوئی ہے کہ انہوں نے بعض آدمیوں کو ڈیوٹیوں پر تو مقرر کر دیا ہے مگر گروپ لیڈروں کو نہیں بتایا اِس وجہ سے گروپ لیڈروں کو پتہ ہی نہیں کہ بعض ممبر ڈیوٹیوں پر ہیں۔ وہ کہتے ہیں غیر حاضر ہیں اور زعیم کہہ دیتا ہے کہ وہ غیر حاضر نہیں بلکہ ڈیوٹیوں پر مقرر ہیں حالانکہ تنظیم کے معانی یہ ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو گروپ لیڈر کی وساطت سے آدمی لئے جائیں۔ اگر کسی موقع پر زعیم کو کہا جائے کہ وہ اتنے آدمی فلاں جگہ بھجوا دے تو ایسی حالت میں اگر وہ کہتا ہے کہ آدمیوں کی تعیین کرنا میرے لئے ضروری ہے تو وہ گروپ لیڈروں کو کہہ سکتا ہے کہ فلاں فلاں آدمی کو بھجوا دیا جائے اور اگر وہ سمجھتا ہے کہ گروپ لیڈر خود ہی ہوشیار ہیں اور وہ موزوں اشخاص کو فوراً بھجوا دیں گے تو وہ صرف اِتنا کہے کہ اِس قسم کے آدمیوں کو اتنی تعداد میں بھجوا دیا جائے۔ مثلاً اگر پہرے کا کام ہو تو وہ کہہ سکتا ہے کہ ایسے آدمی بھیجے جائیں جو مضبوط ہوں یا فرض کرو پیغام رسانی کا کام ہے تو اِس کے لئے خاص مضبوط آدمی کی ضرورت نہیں ہوتی اِس کے لئے ایسے شخص کی ضرورت ہوگی جس کی زبان بنک کے تالے کی طرح ہو وہ مر جائے، ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے مگر کسی شخص کو راز بتانے کے لئے تیار نہ ہو پس وہ کہہ سکتا ہے کہ چونکہ پیغام رسانی کا کام ہے اس لئے ایسا شخص بھیجو جو اِس کام کا اہل ہو۔ اِس رنگ میں اگر کام کیا جائے تو اِس کا نہ صرف یہ فائدہ ہوگا کہ تنظیم ترقی کریگی بلکہ گروپ لیڈر کو ہر شخص کے کریکٹر کے پڑھنے کا موقع ملتا رہے گا۔ اور جب گروپ لیڈر کو کوئی کام بتایا جائے گا تو وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ کون آدمی کس کام کا اہل ہے اور جو آدمی جس کام سے مناسبت رکھے گا اُس کے سپرد وہ کام کر دے گا اور جب ان میں سے کسی کی کوئی کمزوری ظاہر ہوگی تو وہ نگرانی کر کے اُس کی کمزوری کو دور کر سکے گا۔ مثلاً اگر کسی شخص کے متعلق یہ ثابت ہو کہ وہ راز کی حفاظت نہیں کر سکتا

تو آئندہ وہ اِس کی ایسی نگرانی کرے گا کہ اُسے بھی راز کو محفوظ رکھنے کی عادت پیدا ہو جائے گی یا جب کسی کا پہرہ مقرر کریگا تو دیکھ لے گا کہ آیا وہ سُست تو نہیں یا پہرہ کی اہمیت سے تو غافل نہیں کہ اسے پہرہ پر مقرر کیا جائے اور وہ اپنے مقام کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے۔ مثلاً ہوسکتا ہے کوئی آدمی ہو تو مضبوط مگر وہ سُست ہو یا اُسے اپنے مقام سے چلے جانے کی عادت ہو اور جب اُس سے پوچھا جائے تو وہ کہدے کہ میں پانی پینے چلا گیا تھا یا پیشاب کرنے چلا گیا تھا حالانکہ پہرہ کے معانی یہ ہیں کہ اگر کسی کا پیشاب نکلتا ہے تو نکل جائے، پیاس لگتی ہے تو لگتی رہے مگر وہ اپنے مقام سے ہِلے نہیں جب تک اُس کا کوئی قائمقام نہ آجائے بلکہ پیشاب، پاخانہ تو الگ رہا اگر نماز کا وقت آجائے تب بھی پہرہ دار کو ہِلنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہم جو خدام الاحمدیہ کو ٹریننگ دے رہے ہیں یہ کسی دُنیوی بادشاہت کی حفاظت کے لئے تو نہیں ہم تو خدام الاحمدیہ کو اس لئے ٹریننگ دے رہے ہیں کہ اگر اسلام اور احمدیت کو کبھی خطرہ ہو تو اس کی حفاظت کے لئے میدان میں نکل آئیں پس خدام الاحمدیہ کا کام دنیا کا نہیں بلکہ دین کا ہے اور یہ بھی جہاد کا ایک چھوٹا سا شعبہ ہے آج چونکہ تلوار سے جہاد کا موقع نہیں اس لئے خدام الاحمدیہ کا کام اس جہاد کے قائم مقام ہے پس جس طرح جہاد کے موقع پر ایک نماز کو دوسری نماز کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے اسی طرح خدام الاحمدیہ کی ٹریننگ میں اگر کسی شخص کی کوئی نماز فوت ہو جاتی ہے اور وہ اُس وقت ڈیوٹی پر ہے تو اگر وہ اُس نماز کو دوسری نماز کے ساتھ ملا کر پڑھ لیتا ہے تو وہ ہرگز گنہگار نہیں کہلاسکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جہاد کے موقع پر ایسا ہی کیا کرتے تھے بلکہ ایک دفعہ تو آپ نے چار نمازیں چھوڑ دی تھیں اور پھر ان سب کو ملا کر پڑھ لیا تھا[1] حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے اتنے پابند تھے کہ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو کہہ سکے کہ اُسے نماز کی پابندی کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر احساس ہے مگر باوجود اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز نہیں، دو نمازیں نہیں، تین نمازیں نہیں چار نمازیں چھوڑ دیں اور بعد میں ان کو جمع کرکے پڑھ لیا۔ پس اگر ڈیوٹی پر موجود ہوتے ہوئے کسی شخص کی کوئی نماز رہ جاتی ہے تو اِس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ اِس کے معنی یہ نہیں کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا بلکہ صرف اتنے معنی ہیں کہ وہ اُس وقت نماز نہیں پڑھے گا بعد میں پڑھ لے گا۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب جنگ سے فارغ ہوئے تو آپ نے چاروں نمازیں جمع کرلیں بلکہ بعض حالات میں آپ نے دو ایسی نمازیں بھی جمع کی ہیں جو عام حالات میں جمع نہیں ہوسکتیں مثلاً عصر کی نماز مغرب کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی مگر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنوقریظہ پرحملہ کیا تو آپ نے فرمایا اب ہم عصر کی نماز ان کے علاقہ میں جا کر پڑھیں گے[۲] مطلب یہ تھا کہ لوگوں کوجلدی کرنی چاہئے اِس پر بعض لوگ جو سامانِ جنگ جمع کر رہے تھے اُنہیں وہاں پہنچنے میں دیر ہوگئی اور راستے میں ہی عصر کا وقت آ گیا جب عصر کی نماز کا وقت تنگ ہونے لگا تو بعض نے کہا ہمیں یہیں نماز پڑھ لینی چاہئے اور بعض نے کہا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عصر کی نماز ان کے علاقہ میں پڑھی جائے گی تو ہم وہیں جا کر نماز پڑھیں گے چنانچہ بعض نے عصر کی نماز پڑھ لی اور بعض نے نہ پڑھی جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی شکایت کی گئی تو آپ نے فرمایا جنہوں نے راستہ میں نماز نہیں پڑھی انہوں نے اچھا کیا[۳] اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ جنہوں نے راستہ میں نماز پڑھ لی انہوں نے بُرا کام کیا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ جن لوگوں نے یہاں آ کر نماز پڑھی ہے وہ گنہگار نہیں ہیں حالانکہ عصر کی نماز مغرب کے وقت میں نہیں پڑھی جاتی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ جب سورج زرد ہو جائے تو اس وقت نماز نہیں پڑھنی چاہئے[۴] مگر باوجود اس کے جہاد کے موقع پر آپ نے ان کو اجازت دی اور نہ صرف اجازت دی بلکہ ان کے فعل کی تحسین کی اور اُسے اچھا قرار دیا۔ تو بعض کاموں کے وقت ایسے ہوتے ہیں جب عبادت کو پیچھے ڈال دیا جاتا ہے اور جس کام میں انسان مشغول ہوتا ہے اُسے عبادت میں ہی شامل سمجھا جاتا ہے مثلاً پیچھے بعض خطرات کے موقع پر جب احرار کے اِس قسم کے منصوبے سُننے میں آئے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ہماری بیت مبارک کو جلا دیں یا اِس میں بم پھینک دیں تو وہاں پہرہ کا انتظام کیا۔ اب پہرہ دینے والا بیشک نماز میں شامل نہیں ہوتا لیکن وہ خدا کے حضور جماعت میں ہی شامل ہوتا ہے اور اگر اُسے دُکھ ہوتا ہے کہ نماز جا رہی ہے مگر باوجود اِس دُکھ کے وہ پھر بھی اپنے فرض کو ادا کرتا ہے تو اُسے دُہرا ثواب حاصل ہوتا ہے گویا اگر تو اُسے یہ دُکھ نہیں کہ کیوں ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے انسان بعض دفعہ نماز باجماعت ادا نہیں کر سکتا تو اسے ایک ثواب حاصل ہوتا ہے مگر جن کے دلوں میں یہ درد بھی ہوتا ہے کہ بدقسمتی سے ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ اب ہم میں سے بعض کو نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھنی ہوتی بلکہ انہیں پہرہ کیلئے کھڑا رہنا پڑتا ہے تو اُنہیں دو ثواب ملیں گے ایک نماز باجماعت کا ثواب اور ایک اس دُکھ اور درد کا ثواب.................

........میری غرض آج کام کے دیکھنے سے یہی تھی کہ میں معلوم کروں خدام الاحمدیہ

کو کس رنگ میں ٹریننگ دی گئی ہے مگر کام دیکھنے کے بعد مَیں افسوس کے ساتھ اِس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس لحاظ سے خدام الاحمدیہ کا کام بالکل صفر ہے۔ درحقیقت تنظیم ایسی ہونی چاہئے کہ ہر شخص حُکم ملنے پر فوراً اُس کی تعمیل کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اِسی طرح جب بیٹھیں تو سب کو قطاروں کی صورت میں بیٹھنا چاہئے اور ہر ایک قطار میں دو دو آدمی ہونے چاہئیں۔ آج اس صورت میں لوگ نہیں بیٹھے مگر مَیں اُمید کرتا ہوں کہ آئندہ اس ہدایت کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ اِسی طرح مرکزی عہدے داروں کو بار بار ماتحت مجالس میں جا کر ان کا کام دیکھنا چاہئے۔ مَیں سمجھتا ہوں چونکہ صدر اور سیکرٹری بار بار محلوں میں جا کر مجالس کے کام کو نہیں دیکھتے اس لئے یہ نقائص واقع ہوئے ہیں پھر بعض گروپ لیڈر ایسے ہیں جو چھوٹے ہونے کی وجہ سے دوسروں کو حکم نہیں دے سکتے اور وہ ان سے ڈرتے ہیں۔ بعض آدابِ مجلس کا خیال نہیں رکھتے چنانچہ میرے سامنے ایک گروپ لیڈر نے اپنے ممبروں سے کہا اچھا یارو کھڑے ہو جاؤ حالانکہ یہ ہمارے ملک میں شرفاء کی زبان نہیں سمجھی جاتی اگر صدر اور سیکرٹری متواتر ماتحت مجالس کے کاموں کو دیکھتے تو بہت سی غلطیوں کی اصلاح ہو جاتی۔ دفتری کام سے کبھی تنظیم نہیں ہو سکتی۔ تنظیم تبھی ہوتی ہے جب افسر شامل ہوں اور ان کے سامنے کام کیا جائے یا انہیں پتہ لگے کہ کام میں کیا کیا نقائص ہیں اور وہ کس طرح دُور کیے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح مثلاً خاموش رہنا ہے۔ لوگوں کو ایسی ٹریننگ دینی چاہئے کہ جب خاموش ہونے کا وقت ہو تو اُس وقت بالکل نہ بولیں۔ مَیں نے دیکھا ہے تربیت نہ ہونے کی وجہ سے اچھے پڑھے لکھے آدمی جمعہ کے دن خطبہ کے وقت جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح طور پر حکم ہے کہ کوئی شخص نہ بولے اور سب خاموشی سے خطبہ سُنیں[۵] اُس وقت بھی بول پڑتے ہیں۔ مَیں نے اِسی جمعہ میں دیکھا کہ ایک گریجوایٹ جو قادیان میں ۱۴، ۱۵ سال سے بستا ہے خطبہ کے دَوران میں ایک دوسرے شخص سے زبان سے یا اشارہ سے باتیں کر رہا تھا اور مَیں دُور سے دیکھ رہا تھا اسی طرح جمعہ کے دن مَیں نے ایک ناظر کو دیکھا وہ بار بار سَر اور ہاتھ مار مار کر بعض اور لوگوں کو بُلا رہے تھے کہ آگے آ جاؤ حالانکہ یہ بالکل ناجائز ہے اشارے سے صرف منع کرنے کی اجازت کا حدیثوں میں ذکر آتا ہے[۶] یہ کہیں نہیں آتا کہ اشارے سے دوسروں کو بُلایا بھی جا سکتا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص خطبہ کے وقت بول رہا ہو تو اسے منع کرنے کے لئے بھی دوسرں کو بولنے کی اجازت نہیں اُس وقت صرف خطیب کا کام ہے کہ وہ بولے یا پھر وہ شخص بولے جسے خطیب نے اجازت دی ہو دوسرے لوگ بول کر منع بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں اتنی اجازت ہے کہ

ہاتھ کے اشارہ سے دوسرے کو روک دیں مگر ہاتھ کے اشارے سے احکام دینے کی اجازت نہیں لیکن لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ جب اشارے سے منع کرنے کی اجازت ہے تو احکام دینے کے لئے بھی ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے حالانکہ اشارے کی نفی کا حکم ہے مثبت کا حکم اشارے سے بھی نہیں سوائے اس کے کہ خطیب خود کہے یا ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن میں احکام کا تعطّل ہو جاتا ہے۔ مثلاً خطبہ کے دَوران میں اگر کوئی شخص بیہوش ہو جائے تو وہاں شریعت کا حکم فوراً معطّل ہو جائے گا۔ اُس وقت اگر کوئی شخص اس کی مدد کے لئے دوسروں کو آوازیں بھی دے گا تو یہ جائز ہوگا کیونکہ شریعت نے بعض مواقع کے متعلق کہہ دیا ہے کہ وہاں میرا حکم بند ہے تم جو مناسب سمجھو کرو۔ پس اُس وقت چاہے کوئی بولے یا شور مچائے سب جائز ہوگا۔ غرض خدام الاحمدیہ کے نظام کی بڑی غرض نوجوانوں کی صحیح رنگ میں تربیت کرنا اور انہیں اس بات کی عادت ڈالنا ہے کہ وہ اپنی تمام حرکات ایک ضبط کے ماتحت رکھیں۔ دُنیا میں کئی تاریخی مثالیں اِس قسم کی ملتی ہیں کہ بادشاہ یا جرنیل گھوڑے سے گر گیا اور اُس کی اپنی فوج اُسے کچلتی ہوئی گزر گئی، اُس کی وجہ یہی تھی کہ اُن میں تنظیم نہیں تھی اور انہیں اس بات کی عادت نہیں ڈالی گئی تھی کہ جب کہا جائے چلو تو سب چل پڑیں۔ عدمِ تنظیم کی وجہ سے کوئی کہتا رُکو، رُکو اور کوئی کہتا آگے چلو، آگے چلو۔ اور اُن میں سے کوئی بھی یہ نہ سوچتا کہ اپنا جرنیل گرا پڑا ہے اُسے تو اُٹھا لیا جائے تو گروپ لیڈر کا حکم ماننے کی ہر شخص کے اندر روح پیدا کرنی چاہئے۔ یہ گروپ لیڈر کو چاہئے کہ وہ حکم دے، ''دَوڑو''! اور جب دَوڑ رہے ہوں تو یکدم حکم دے ''ٹھہرو'' اور کبھی دَوڑاتے دَوڑاتے کہہ دے ''دائیں طرف مُڑو'' کبھی کہہ دے ''بائیں طرف مُڑو'' اور وہ سب کے سب حکم ملتے ہی اس کی اطاعت کریں۔ وہ کھڑا ہونے کے لئے کہے تو سب یکدم کھڑے ہو جائیں اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھائیں۔ دَوڑنے کو کہے تو سب دَوڑنے لگ جائیں۔ اگر اِس رنگ میں نوجوانوں کو ٹریننگ دی جائے تو اُن کو ایسی عادت پیدا ہو جائے گی کہ اگر دو دن کا دُودھ پیتا بچہ بھی گر جائے گا اور انہیں حکم ملے گا کہ ٹھہر جاؤ تو یکدم سب کے قدم رُک جائیں گے لیکن اگر یہ عادت نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ تمہارا اپنا گروپ لیڈر یا تمہارا زعیم یا تمہارا سیکرٹری یا خدام الاحمدیہ کا اِس سے بھی کوئی بڑا افسر گر جائے اور تم اپنے پیروں سے اُسے کچلتے ہوئے گزر جاؤ تو اس بات کی عادت ڈالنی چاہئے مگر یہ عادت بغیر تنظیم کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہر گروپ لیڈر جہاں کہتا ہے کھڑے ہو جاؤ، وہاں تمہارا فرض ہے کہ کھڑے ہو جاؤ۔ جب تمہیں دَوڑنے کے لئے کہے تو دَوڑ پڑو۔ اور جب

دَوڑتے دَوڑتے ٹھہرنے کا حکم دے تو تم اُسی وقت ٹھہر جاؤ چلتے ہوئے دائیں یا بائیں مُڑنے کو کہے تو دائیں یا بائیں مُڑ جاؤ۔ یہ فوجی پریڈ نہیں ہے کہ اس کے متعلق تمہیں یہ خدشہ ہو کہ گورنمنٹ نے اس سے روکا ہؤا ہے گورنمنٹ نے صرف فوجی قواعد سے منع کیا ہوا ہے۔ چلنے پھرنے سے نہیں روکا اور یوں اگر دس آدمیوں کا اس طرح چلنا پھرنا منع ہو تو پانچ پانچ آدمی اِس رنگ میں مشق کر سکتے ہیں۔ اگر پبلک طور پر اِس قسم کی مشق کی ممانعت ہو تو گھروں میں یہ مشق کی جاسکتی ہے۔ بہرحال گورنمنٹ کا کوئی قانون ایسا نہیں ہوسکتا جو لوگوں کو باندھ کر رکھ دے۔ اگر تم عقل سے کام لو تو گورنمنٹ کوئی ایسا حکم نہیں دے سکتی جس کے ہوتے ہوئے اپنی تنظیم کو مکمل نہ کیا جاسکتا ہو اور میں چیلنج دیتا ہوں کہ کوئی مجھے گورنمنٹ کا ایسا قانون بتائے جس کے ہوتے ہوئے جماعت کی تنظیم نہ ہوسکتی ہو۔ مَیں خداتعالیٰ کے فضل سے اِس بات پر کامل یقین رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ کے تمام قواعد کی فرمانبرداری کرتے ہوئے ہم جماعت کی تنظیم ہر رنگ میں کر سکتے ہیں صرف عقل سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب تو بعض جگہ یورپ میں بھی اس طریق کو استعمال کیا جارہا ہے مگر مَیں نے سب سے پہلے اِس گُر کو کشمیر میں برتا تھا جب حکومتِ کشمیر نے بڑی سختی سے ریاست میں تقریریں وغیرہ روک دیں تو میں اُس وقت اُس تنظیم[۷] کا صدر تھا مَیں نے اشتہار دیا کہ گھر کے تمام لوگ رات کو ایک جگہ اکٹھے ہو جایا کریں اور بیوی بچے سب مل کر دُعا کیا کریں یا اللہ! فلاں فلاں ظالمانہ احکام کے متعلق تُو حکومت کو توفیق دے کہ وہ اُن کو بدل دے اور تیرے بندے امن اور چین سے زندگی بسر کرسکیں۔ مَیں نے اِس دُعا میں اُن تمام احکام کو یکجا کر کے لکھ دیا جن کو ہم روکنا چاہتے تھے اور مَیں نے کشمیر والوں سے کہا کہ وہ روزانہ یہ دُعا کیا کریں۔ اس طرح حکومت نے تقریروں سے منع کیا ہؤا تھا تا لوگوں میں جوش پیدا نہ ہو مگر جب وہ سب مل کر روزانہ یہ دُعا کرتے تھے تو اِس رنگ میں اُن کی پریڈ ہو جاتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ اگر حکّام ظالم ہوں تو تم دُعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ اُن کی اصلاح کردے اِس میں حکمت یہی ہے کہ اس طرح غصہ نکلتا رہتا ہے اور اگر کوئی حاکم واقعی ظالم ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی اصلاح کر دیتا ہے یا اُس کے شر سے اپنے بندوں کو بچا لیتا ہے اور اگر ظالم نہ ہو مگر اُس کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہو تو دعا کے ذریعہ اِس کا غصہ نکل جاتا اور اِس طرح اس کے دل کو ایک رنگ میں سکون حاصل ہو جاتا ہے پس ہماری شریعت نے یہ بھی ایک علاج رکھا ہے کہ جب تمہیں کسی پر زیادہ غصہ آئے تو تم سجدے میں گر جاؤ اور خدا تعالیٰ سے دُعائیں کرو۔ اِس

طرح غصہ بھی نکل جائے گا اور اصلاح بھی ہو جائے گی۔

تو اصل غرض خدام الاحمدیہ کے نظام کی یہی وجہ تھی مگر اِس میں بہت کچھ ناکامی ہوئی ہے آئندہ کے لئے جو مَیں نے ہدایتیں دی ہیں ان پر عمل کرنا چاہئے اور فرمانبرداری اور اطاعت کا مادہ ہر شخص کے اندر پیدا کرنا چاہئے......... س نظام کی پابندی کی عادت نوجوانوں میں پیدا کرو اور اس غرض کو باقی تمام اغراض پر مقدم رکھو۔ یہی وجہ ہے کہ متواتر ایک سال سے میں مرکز والوں کو لکھ رہا تھا کہ تم خدام الاحمدیہ کا کوئی اجتماع کرو جس میں مجھے بھی بلاؤ تا مَیں دیکھ سکوں کہ انہیں کس رنگ میں منظّم کیا گیا ہے۔ مگر مجھے یہاں آکر کئی قسم کی کوتاہیاں معلوم ہوئیں اگر صدر اور سیکرٹری بار بار دَورہ کرتے اور اپنے سامنے خدام کو کام کرواتے تو اِس قسم کی غلطیوں کو وہ خود بھی محسوس کر لیتے اور ان کو دُور کرنے کی کوشش کرتے مگر انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ دفتری رنگ میں حکم بھیج کر عمدگی سے کام سرانجام دیا جاسکتا ہے حالانکہ اِس طرح کبھی کامیابی نہیں ہوتی۔ مَیں نے اس معائنہ میں ایک اور بات بھی محسوس کی جو شریعت کے تمام اصول کے خلاف ہے۔ یوں تو جائز ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا ہے مگر استثنائی حالات میں، قاعدہ کُلّیہ کے رنگ میں نہیں اور وہ یہ ہے کہ بِالعموم جو گروپ لیڈر ہیں وہ لڑکے ہیں اور جوان کے ماتحت ہیں وہ زیادہ تر تعلیم یافتہ یا زیادہ علم والے یا زیادہ تقویٰ والے ہیں مَیں اس حکمت کو نہیں سمجھ سکا۔ ایک محلّہ کے زعیم صاحب نے بتایا کہ گروپ لیڈر اُن کو بنایا گیا ہے جو نماز کے زیادہ پابند ہیں۔ یہ بات میرے لئے اِس لحاظ سے خوشی کا باعث ہے کہ ہماری آئندہ نسل نماز کی زیادہ پابند ہے مگر اس کے ساتھ ہی اگر یہ درست ہو تو یہ بات میری آنکھیں کھولنے والی ہوگی کہ پُرانے آدمی نمازی نہیں ہیں۔ اگر اِن کی یہ بات درست ہے کہ گروپ لیڈر ان ہی کو بنایا گیا ہے جو نماز کے زیادہ پابند ہیں تو ماننا پڑے گا کہ جو اِن گروپ لیڈروں کے ماتحت ہیں وہ نماز میں نسبتاً سُست ہیں اور یہ سخت افسوس کا مقام ہوگا۔ بہرحال شریعت نے اوّل تقویٰ والے کو فضیلت دی ہے پھر علم والے کو اور پھر عمر والے کو اور یہی انہیں اپنے انتخابات میں مدّنظر رکھنا چاہئے۔ مگر گروپ لیڈر بِالعموم چھوٹی عمر کے ہیں اور بڑی عمر کے نوجوان اِن کے ماتحت ہیں چنانچہ آج بھی ستّر فیصد گروپ لیڈر ایسے ہی نظر آئے ہیں اور تیس فیصد کچھ بڑی عمر کے گروپ لیڈر تھے حالانکہ خدام الاحمدیہ میں بُڈھے تو ہوتے ہی نہیں سب نوجوان ہوتے ہیں۔ پس یہ تو ہو نہیں سکتا کہ بڑی عمر والے بوجہ ضُعف یا کمزوری کے گروپ لیڈر نہ بن سکتے ہوں کیونکہ وہ سب نوجوان ہیں۔ ہاں اگر کوئی بیمار

ہوتو الگ بات ہے مگر مَیں نے دیکھا ہے بِالعموم گروپ لیڈر چھوٹی عمر کے ہیں اور یہ ایک نقص ہے جس کو دُور کرنا چاہئے۔ اگر تو یہ انتخاب کی غلطی کا نتیجہ ہے تو اس کی اصلاح ہونی چاہئے اور اگر یہ طریقِ عمل بڑوں کی کسی غلطی کے نتیجہ میں اختیار کیا گیا ہے تو اُنہیں اپنی اصلاح کرنی چاہئے آج تو سب گُتھم گُتھا بیٹھے ہوئے ہیں اور گروپ لیڈر اپنے اپنے گروپ کے ساتھ نظر نہیں آتے لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ آئندہ ایسا اجتماع ایک وسیع میدان میں ہوگا اور ہر گروپ الگ الگ دکھائی دے گا پس اگر اُس وقت بھی گروپ لیڈر لڑکے ہی ہوئے تو اُن کے لئے جو جماعت میں زیادہ علم والے یا زیادہ تقویٰ والے سمجھے جاتے ہیں کتنی شرم کی بات ہوگی۔ انہوں نے دنیا کو تو اپنے ظاہر کی وجہ سے دھوکا دیا مگر حقیقت یہ تھی کہ وہ جماعت میں اچھے کارکن نہیں تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ قاعدہ کُلّیہ ہونا چاہئے کہ ہمیشہ بڑی عمر کے نوجوان گروپ لیڈر بنیں۔ مَیں نے اپنے خطبہ میں ہی مثال دی تھی کہ اسامہ بن زیدؓ کو جن کی عمر ۱۶ سال تھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کا سردار مقرر فرما دیا تھا جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بھی شامل تھے حالانکہ اسامہؓ نہ تقویٰ میں اُن سے زیادہ تھے اور نہ جنگی فنون میں اُن سے زیادہ ماہر تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس علاقہ میں یہ لشکر جا رہا تھا اُس علاقہ میں حضرت اسامہؓ کے والد مارے گئے تھے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کو دو باتیں بتانے کیلئے اسامہؓ کو اِس لشکر کا سردار مقرر فرمایا۔ اوّل یہ کہ ہمارے آدمی اگر مارے جائیں تو ہم اُن کے پسماندگان کی عزّت کرتے ہیں۔ تم نے زیدؓ کو مارا تھا ہم نے اُس کے بیٹے اسامہؓ کو لشکر کا سردار بنا دیا۔ دوسرے یہ کہ ہم تمہاری ان تکالیف سے ڈرتے نہیں۔ تم نے زیدؓ کو مارا تھا اب اُسی کا لڑکا اسامہؓ پھر تمہارا مقابلہ کرنے کے لئے آرہا ہے۔ پس اس انتخاب کے ذریعہ ایک طرف تو آپؐ نے یہ بتایا کہ ہمارے آدمی موت سے نہیں ڈرتے باپ مرا ہے تو بیٹا اس کی جگہ آ گیا ہے اور دوسری طرف آپؐ نے یہ بتایا کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مرنے والوں کی عزّت کرتے اور ان کے پسماندگان کا احترام کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تک اس لشکر میں شامل تھے حالانکہ اسامہؓ تقویٰ یا علم میں ان سے بڑھے ہوئے نہیں تھے تو استثناء بھی ہوسکتے ہیں مگر قاعدہ کُلّیہ میں ہے کہ جس میں تقویٰ زیادہ ہو اُسے مقدم رکھا جائے۔ تقویٰ سے فیصلہ نہ ہوسکے تو پھر علم کو مقدم رکھا جائے گا اور جسے زیادہ علم ہوگا اُسے عُہدہ دیا جائے گا مگر علم سے مراد کتابی علم نہیں بلکہ کام کرنے کی اہلیت اور اس کے لئے جس علم کی ضرورت ہو اس کی موجودگی مراد ہے۔ اگر اس طرح بھی فیصلہ نہ ہوسکے تو جس کی عمر زیادہ ہو اسے

عہدہ دیا جانا چاہئے۔ چنانچہ نماز میں شریعت نے یہی حکم دیا ہے کہ جو شخص زیادہ متقی ہو یا زیادہ علم والا ہو یا زیادہ عمر والا اسے امام بنانا چاہئے۔ یہی لیڈروں کے انتخاب کے متعلق اسلام کے اصول ہیں گو استثنائی حالات میں ان کے خلاف بھی کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ایسا ہے جو ظاہری طور پر کسی فن میں ماہر ہے یا لوگوں میں بڑا مقبول ہے تو خواہ وہ چھوٹی عمر والا ہی ہو اگر اُس کو مقرر کر دیا جائے تو اِس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہو سکتی مگر قاعدہ کُلّیہ یہی ہونا چاہئے کہ گروپ لیڈروں کے انتخابات میں اسلام کے بیان کردہ اصول کو مدّ نظر رکھا جائے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آئندہ انتظام زیادہ بہتر رنگ میں کیا جائے گا اور بیرونی جماعتوں میں بھی اِنہی اُصول کو رائج کیا جائے گا۔ مَیں نے یہ بھی دیکھا کہ بعض گروپوں میں زیادہ نوجوان شامل ہیں اور جو تعداد مقرر ہے اُس کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ اس طرح بعض جگہ مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے میں فلاں گروپ میں شامل ہوں اور گروپ لیڈر کہتا ہے کہ یہ میرے گروپ میں نہیں اِس قسم کی غلطیاں بھی نہیں ہونی چاہئیں کیونکہ اس طرح انسان غلط فہمی میں رہتا ہے اور اُس کا ذہن صحیح طور پر کام نہیں کرتا۔

پس خدام الاحمدیہ کی تنظیم مکمل ہونی چاہئے اس کے بعد اگلا قدم کام لینے کا ہے اگر آئندہ کوئی موقع پیدا ہؤا تو مَیں اس اگلے قدم کے متعلق مناسب ہدایات دُونگا اور بتاؤنگا کہ کام لینے کے مواقع کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں اور جب کام لینے کے مواقع پیدا ہو جائیں تو کس طرح کام لیا جا سکتا ہے کیونکہ صرف تنظیم فائدہ نہیں پہنچا سکتی جب تک کام لینے کے مواقع نہ پیدا کئے جائیں اور نوجوانوں سے صحیح رنگ میں کام لے کر ان کی قوتوں کو بیدار نہ کیا جائے۔

فِی الحال میں اِسی پر اکتفا کرتا ہوں اور دُعا کر کے واپس جاتا ہوں اگر جلسے کا کوئی اور حصّہ ہو تو وہ اس کے بعد کیا جا سکتا ہے۔

۱؎ السیرة الحلبیة جلد ۲ صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ مصر ۱۹۳۵ء

۲؎ بخاری کتاب المغازی باب رجع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسَلَّمَ من الاحزاب (الخ)

۳؎

۴؎ ترمذی ابواب الصلٰوة باب ما جاء فی مواقیت الصَّلٰوة۔

۵؎ بخاری کتاب الجمعة باب الاِنْصاتُ یَومَ الجُمعة۔

۶؎

۷؎ **آل انڈیا کشمیر کمیٹی:** ۲۵ رجولائی ۱۹۳۱ء کو نواب سر ذوالفقار علی خان آف مالیر کوٹلہ کی

کوٹھی پر شملہ میں ایک اجلاس ہؤا۔ جس میں ہندوستان کے بہت سے مسلمان لیڈر اور حضرت مصلح موعود شامل ہوئے۔ اجلاس میں طے پایا کہ ایک آل انڈیا کشمیر کمیٹی بنائی جائے جو کشمیری مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرے۔

علامہ اقبال، خواجہ حسن نظامی اور دوسرے مسلمان لیڈروں نے حضرت مصلح موعود کو اس کمیٹی کا صدر بنایا۔ (تلخیص از تاریخ احمدیت جلد ۵ جدید ایڈیشن صفحہ ۴۱۵ تا ۴۲۱)